1074

منظور شدہ بموجب ڈائرکٹر صاحب بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب بموجب سرکلر نمبر 7893 مورخہ ۲۲ - اپریل سنہ ۱۹۳۰ء

انوارِ سُہیلی کے انمول موتی

حِصّۂ اوّل

مُصنّفہ

شیخ محمدؐ اِکرام بیرسٹرایٹ لا

سابق ایڈیٹر رسالہ مخزن و عِصمت

لاہور

رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز

ایجوکیشنل پبلشرز

سنہ ۱۹۴۵ء

تعداد ۱۰۰۰ دفعہ ۶

فہرست مضامین

۷۸۶

بچھّو اور کچھوا

کہتے ہیں۔ ایک زمانے میں ایک بچھّو اور کچھوے کی بڑی دوستی تھی ایک دن دونوں کو یہ سوجھی۔ کہ چلو آج کہیں باہر سیر کو چلیں۔

تھوڑی دور گئے تھے کہ راستے میں ایک دریا آگیا۔ بچھّو نے کہا۔ اے ہے! اب میں کیونکر پار جاؤں گا؟

کچھوے نے کہا۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ جب تک میرے دم میں دم ہے تمہیں کیا غم ہے؟

تم میری پیٹھ پر سوار ہو جاؤ۔ میں تمھیں پار اُتار دُوں گا ٭

خیر بچھو کچھوے کی پیٹھ پر بیٹھ گیا۔ اور کچھوا دریا میں اُتر پڑا ٭

تھوڑی دُور چل کے کچھوے کو اپنی پیٹھ میں کچھ جلن سی معلوم دی۔ اور کچھ کھٹ کی آواز آئی ٭

کچھوے نے بچھو سے پوچھا۔ ارے یار! یہ میری پیٹھ پر کھٹ کھٹ کیسی ہو رہی ہے؟

بچھو نے جواب دیا میں یونہی اپنا ڈنک مار کر دیکھتا تھا۔ کہ تمھاری پیٹھ پر بھی کچھ اِس کا اثر ہوتا ہے یا نہیں ٭

کچھوے نے بگڑ کر کہا۔ او

بے مُروّت! مَیں تو تیرا بوجھ اُٹھائے دریا سے پار لے جا رہا ہُوں اَور تو اُس کے عوض مجُھے ڈنک مارتا جاتا ہے۔ کیا میری نیکی کا یہی بدلہ۔ میری دوستی کا یہی حق ہے؟ گو تمہارے ڈنک سے مجُھے زیادہ تکلیف نہ پہُنچے گی۔ لیکن تمُ تو اپنی شرارت سے باز نہ آئے۔

بچھُّو نے کہا۔ تمُ کچھُ خیال نہ کرو۔ اَور کوئی بات نہیں میں اپنی طبیعت سے مجبُور ہُوں۔ مجُھے تو ڈنک مارنے سے مطلب ہے۔ دوست کی پیٹھ ہو یا دُشمن کا سینہ۔

کچھوے نے کہا۔ سچ ہے۔

" بد اصل سے وفا کی اُمّید نہ رکھنی چاہیئے۔"
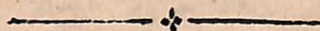
۲- ایک بڑھئی اور بندر

کہیں ایک بڑھئی ایک بڑی لکڑی آرے سے چیر رہا تھا۔ اور بیچ میں لکڑی کی ایک پچّر رکھ کر ٹھونکتا بھی جاتا تھا۔ پاس ہی ایک بندر بھی درخت پر بیٹھا یہ تماشا دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا +

بڑھئی جب کسی کام کو اُٹھ کر گیا۔ تو بندر بڑھئی کی جگہ پر آ بیٹھا۔ اور لکڑی کی پچّر نکال کر آرہ چلانا چاہتا تھا۔ کہ یکایک پھنسی (وُہی پچّر) نکل گئی۔ اور ہاتھ اُس

کا لکڑی کے شگاف میں پھنس گیا۔ بہتیری کوشش کی۔ مگر دبا ہُوا ہاتھ کِسی طرح سے نہ نِکلتا تھا۔ بہت چیخا چِلّایا ٭

اِتنے میں بڑھئی بھی آ پہُنچا۔ بندر کا یہ حال دیکھ کر بہت ہنسا۔ اور کہنے لگا۔ بے وقُوف! اب اپنے کِئے کی سزا بھگت۔ یہ بھی کیا تیرا کام تھا۔ جو تُو نے اس طرح دخل دِیا۔ جو ایسے کام میں دخل دے۔ جِس کو وُہ سمجھتا نہ ہو۔ اُس کا ایسا ہی حال ہوتا ہے ٭

پِھر تو ڈنڈے سے مار مار کر بندر کی خُوب خبر لی ٭

۳- بطخ اور مچھلی

ایک بھرے ہوئے تالاب میں رات کے وقت ایک بطخ تیر رہی تھی۔ چاندنی رات کی بہار تھی۔ چاند کا عکس پانی میں نظر آیا۔ تو بطخ سمجھی۔ کہ ایک بڑی خوشنما سنہری مچھلی تیر رہی ہے۔ جھٹ اُس کی طرف لپکی۔ مچھلی نظر تو آ رہی تھی۔ مگر کسی طرح ہاتھ نہیں آتی تھی۔ ہر چند کوشش کی۔ پیش کچھ نہ چلی۔ آخر تھک کر مجبور ہو گئی۔ اور مایوس ہو کر اپنے بسیرے میں

چالبیٹی ٭

دوشری رات پھر چاند کا عکس پانی میں دیکھ کر بے چین ہو گئی اور لگی غوطہ پہ غوطہ مارنے ٭

ایک بطخ جو یہ تماشا دیکھ چکی تھی ۔ آ کر کہنے لگی ۔ کل تو دیکھ چکی ہے ۔ کہ یہ مچھلی نہیں ۔ تو پھر آج کیوں حیران ہو رہی ہے ۔ جب ایک چیز کی آزمائش پہلے ہو چکی ہو ۔ تو اُس کو پھر آزمانا بڑی بے وقوفی ہے ٭

Courtesy Prof Shahid Amin. Digitized by eGangotri

۴۔ چُوہے اور مینڈک کی کہانی

کہتے ہیں کہ پانی کے ایک چشمے کے قریب ایک چُوہے کا بِل تھا۔ جب وُہ ہوا کھانے کے لئے باہر آتا تو پانی پینے کے لئے چشمے پر بھی جا نکلتا ٭

چشمے میں ایک مینڈک رہتا تھا۔ جو کبھی پانی میں رہتا۔ کبھی کنارے پر آ بیٹھتا ٭

مینڈک نے چُوہے کو جو دیکھا۔ تو اس سے ملنے کو آگے بڑھا اور کہا

کہ تم بھی یہیں رہتے ہو اور میں بھی یہیں رہتا ہوں۔ ہم ایک دوسرے کے ہمسائے بھی ہیں۔ اگر کسی وقت دونوں مل کر بیٹھ جایا کریں تو جی بہلے ✤

چوہے نے کہا مجھے بھی تم سے مل کر بہت خوشی ہوگی۔ لیکن یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں تم سے ملنے کو آؤں۔ تو تمہیں معلوم ہو جائے۔ اور تم میرے ہاں آؤ۔ تو مجھے بھی خبر ہو جائے ✤

غرضیکہ دونوں نے مشورہ کر کے ایک ڈوری لی۔ ایک طرف تو مینڈک نے اپنا پاؤں باندھ دیا۔ اور دوسری طرف چوہے نے اپنی دُم۔ جب مینڈک چوہے سے ملنا چاہتا۔ تو اپنے پاؤں کو کھینچ کر

چوہے کو بُلا لیتا - اگر چوہے کو ضرورت ہوتی - تو مینڈک کو کھینچ بُلاتا ◆

ایک دن دونوں دوست آپس میں یوں بندھے ہوئے بیٹھے باتیں کر رہے تھے - کہ ایک کوّے نے چوہے کو تاکا - اور اپنی چونچ میں پکڑ کر لے اُڑا - مینڈک بھی ساتھ لٹکتا چلا گیا - یہاں تک کہ کوّا بہت اونچا جا پہنچا ◆

مینڈک بہت پریشان ہُوا اور کہنے لگا - کوّے نے شکار تو چوہے کا کیا تھا - مجھ پر یہ آفت محض اس کی دوستی کی وجہ سے آئی ◆

مَیں نے بڑی حماقت کی کہ غیر جنس کے ساتھ دوستی کی ◆

۵۔ فاختہ اور لومڑی

ایک دِن ایک لومڑی بھوک
کے مارے بہت پریشان پھر رہی
تھی بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے
لیکن کھانے کو کچھ نہ پایا۔ آخر
اِسی طرح پھرتی پھراتی ایک
درخت کے نیچے دم لینے کو آکر
کھڑی ہوگئی ٭

ایک فاختہ بھی قریب ہی بیٹھی
تھی چاہا کہ جھٹ اُسے دبوچ
لے۔ لیکن درخت پر ایک پپیتا
لٹکا ہوا تھا۔ جو ہوا کے چلنے

سے بڑی آواز دیتا تھا - یہ آواز سُن کر لومڑی سمجھی - کہ شاید درخت پر کوئی بڑا ہی جانور چھپا بیٹھا ہے - جس کی اِتنی بڑی آواز ہے - اِس چھوٹی سی فاختہ سے میرا کیا بھلا ہو گا - بڑا شکار ہاتھ آجائے تو کئی دِن کے لِئے کافی ہو - یہ سوچ کر درخت پر پہنچی - اِتنے میں فاختہ بھی اُڑ گئی ٭

درخت پر سِوائے ڈھین کے پتّے کے کچھ نظر نہ آیا ٭

سچ ہے - لالچ بُری بلا ہے - فاختہ بھی ہاتھ سے نِکل گئی - اور جِس چیز کی طمع درخت پر لے گئی وہ بھی نہ نِکلی ٭

۶۔ سانپ اور مینڈک

ایک سانپ ایک مینڈک کے چھوٹے
چھوٹے بچوں کو کھا جایا کرتا تھا۔
مینڈک ہر روز کا غم کھاتے کھاتے
بہت تنگ آگیا۔ بہت تدبیریں کیں۔
لیکن سانپ کے آگے ایک نہ
چلی۔

مینڈک اپنے ایک دوست کچھوے
کے پاس گیا۔ اور اُس سے اپنا سب
حال بیان کیا۔ اُس نے رائے دی
کہ یہاں ایک نیولا رہتا ہے۔
اور تم جانتے ہو۔ کہ نیولے اور
سانپ کی دشمنی کوئی آج کی نہیں۔

نیولا ہی سانپ کو مارے تو مارے۔ ورنہ اور کوئی تدبیر نہیں۔ تم چھوٹی چھوٹی مچھلیاں لاؤ۔ اور نیولے کے بل سے سانپ کی بانبی تک پھیلا دو۔ نیولا خود بخود سانپ تک پہنچ جائے گا۔ مینڈک نے یہی کیا۔ مچھلیاں پکڑیں۔ اور اسی طرح بکھیر دیں *

نیولا مچھلیاں چنتا چنتا سانپ کے بل تک پہنچ گیا۔ سانپ کو باہر نکال کر مار ڈالا *

نیولے کو مچھلیوں کا مزہ تو پڑ گیا تھا۔ پھر اسی طرح مچھلیوں کی تلاش میں مینڈک تک پہنچ گیا مچھلیاں نہ پائیں۔ تو اس پر بھی ہاتھ صاف کیا *

۷- دو مُرغابیوں اور کچھوے کی کہانی

شہر سے دُور ایک جنگل میں برساتی پانی کی ایک تلیّا تھی - ایک مُدّت سے دو مُرغابیاں یہاں رہتی تھیں اور ایک کچھوا بھی وہیں پڑا رہتا تھا +

تلیّا کا پانی سوکھنے لگا - تو مُرغابیوں نے کچھوے سے کہا - کہ اب ہم لوگوں کا یہاں گزر نہیں - بہتر ہے - کہ کہیں اَور ٹھکانا کریں - ہم تو ایک تالاب دیکھ آئے ہیں وہیں جائیں گے +

تُم کیا کرو گے ؟

کچھوے غریب نے کہا کہ مجھ پر

ایسا ظلم نہ کرو۔ یہاں تمہارے پاس
رہتے سہتے مجھے بھی اتنی مدّت گزر گئی
ہے۔ اور تمہاری وجہ سے میرا بھی گزارا
ہُوا جا رہا ہے۔ اب تم چلی جاؤ گی۔ تو
مَیں کیا کروں گا؟
بڑی مُرغابی بولی۔ کہ اب تک تو
یہاں گزارا ہوگیا۔ پانی ہی نہ رہا۔
تو بتاؤ کہ ہم یہاں کیونکر ٹھیر سکتے ہیں؟
البتّہ اس بات کا خیال ضرور ہے۔ کہ
ہم تو اُڑ کر دوسری جگہ چلے جائیں گے
لیکن تم کیونکر جاؤ گے؟
کچھوے نے کہا۔ بڑی بی! مجھے تم
ضرور ساتھ لے چلو۔ مجھے یہاں چھوڑ
کر نہ چلی جانا۔
چھوٹی مُرغابی بولی۔ بھائی کچھوے!
یہ کس طرح ہوسکتا ہے ہم ہوا میں
اُڑنے والے۔ تم زمین پر چلنے والے

ہمارا تمہارا کیا ساتھ ؟

کچھوے نے کہا تم خود ہی کوئی تدبیر نکالو - مگر مجھے اپنے ہمراہ ضرور لے چلو ٭

مرغابیوں نے سوچ سوچ کر کچھوے سے کہا - کہ ہم تمہیں لے کر اُڑتے تو ہیں - لیکن تم اپنا منہ نہ کھولنا - لوگ کچھ ہی کہیں - تم کسی کی نہ سُننا - منہ بند کئے ہمارے ساتھ ساتھ رہنا ٭

کچھوے نے کہا - بہت اچھا - میں ہرگز کسی کے کہنے سُننے کی پرواہ نہ کرونگا اور تمہارا ساتھ دونگا ٭

مرغابیاں ایک لکڑی لائیں اور کچھوے سے کہا کہ تم بیچ میں اپنے منہ سے مضبوط پکڑ لو - اور چھوڑنا نہیں - ہم دونوں طرف سے اُسے اُٹھائیں گے اور تم کو اُڑا لے چلیں گے ٭

چُنانچہ ایک مرغابی لکڑی کے

سہرے پر تھی - اور میاں کچھوا بیچ میں لٹکتا رہا ٭

مُرغابیاں کچھوے کو اِس طرح لٹکائے لٹکائے اُڑتی ہوئی جا رہی تھیں کہ پرندوں اور جانوروں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ دیکھو مرغابیاں کچھوے کو اُڑائے لئے جا رہی ہیں - ہر طرف سے غُل کی آواز آ رہی تھی - کوّے تو کائیں کائیں کرتے پیچھے ہی پڑ گئے - کچھوا کچھ دیر تو چُپکا رہا - لیکن کوّوں نے جب بہت غُل مچایا - تو رہ نہ سکا اور بولنے کے لئے چونچ کھولی ہی تھی کہ جھٹ لڑھکتا ہُوا نیچے آ رہا ٭

مُرغابیوں نے یہ دیکھ کر آواز دی - کہ ہمارا فرض تو تم کو سمجھا دینا تھا - اگر تم نے ہماری اچھّی نصیحت پر عمل نہیں کیا تو ہمارا قصُور نہیں ٭

۸۔ ایک بے اِیمان دوشت

ایک سوداگر سفر کو گیا۔ تو کچھ لوہا اپنے ایک دوشت کے پاس امانت چھوڑ گیا*

جب سفر سے واپس آکر اپنے دوشت سے جاکر لوہا مانگا۔ تو دوشت نے کہا۔ مجھے بہت افسوس ہے۔ کہ تمہارے لوہے کی میں نے بہت حِفاظت کی۔ اور برابر دیکھ بھال کرتا رہا۔ لیکن خُدا سِتیاناس کرے اِن چوہوں کا۔ اُنہوں نے میری ایک پیش نہ چلنے دی اور سب لوہا چٹ کر گئے۔ ایک کیل بھی تو نہیں چھوڑی*

سوداگر اُس وقت تو چُپکا ہوگیا اور

صبر شُکر کر کے بیٹھ رہا ۔

ایک دِن بیٹھے بیٹھے جو خیال آیا۔ تو اپنے بے اِیمان دوست کے لڑکے کو کسی بہانے سے بُلا لایا اور اپنے گھر میں روک رکھا ۔

دوسرے دن اپنے دوست کو بہت غمگین دیکھا۔ تو پُوچھا کیا بات ہے؟ اُس نے کہا کہ میرا لڑکا کل سے گم ہو گیا ہے۔ بہت تلاش کی۔ کہیں نہیں مِلا ۔

سوداگر کہنے لگا۔ کہ مَیں نے کل شام کو دیکھا تھا کہ چوہے تُمہارے لڑکے کو پکڑے لئے جا رہے تھے۔ مُمکن ہے کہ کسی بِل میں گھس گئے ہوں اور اُسے کھا لیا ہو ۔

دوست نے کہا۔ یہ کیا کہتے ہو۔ کہیں لڑکوں کو چُوہے بھی پکڑ کر

لے جایا کرتے ہیں؟
ایمان دار نے کہا۔ کہ یہ کون تعجّب کی بات ہے۔ جب چوہے لوہے کو چبا کر کھا سکتے ہیں۔ تو پھر آدمی کا بچّہ تو اُن کے لئے نرم غذا ہے ✣
بے ایمان نے یہ بات سُنی۔ تو بہت شرمایا۔ اور کہا کہ لوہا تو موجود ہے ✣
ایماندار نے کہا تو لڑکا بھی میرے پاس ہے ✣
غرضیکہ اِس ترکیب سے لوہا ایمان دار کو مِل گیا۔ بے ایمان نے لڑکا پایا۔ تو خُدا کا شُکر بجا لایا اور آئندہ کو عہد کیا۔ کہ اب میں کِسی کے ساتھ بے ایمانی نہیں کرونگا ✣

۹۔ ایک بے وقوف بڈّھا

ایک بوڑھے شخص نے ایک بکری مول لی۔ غریب آدمی تھا۔ محنت مشقت کرکے چار پیسے جمع رکھے تھے۔ بال بچوں کے آرام کے لئے ایک بکری خرید کر گھر کو لے جا رہا تھا۔ محلّے کے لوگوں کو معلوم تھا۔ کہ بڈّھا بہت سیدھا آدمی ہے۔ اُن کے جی میں آئی۔ کہ چلو آج اِسی کو اُلّو بنائیں۔

ایک نے آکر کہا کہ یہ کُتّا کہاں سے لے آئے؟

دُوسرے نے کہا۔ کہ کُتّا تو اچھا ہے مگر اچھّی نسل کا نہیں +
تیسرے نے کہا۔ کہ بھلا کُتّا پالنے سے کیا فائدہ ؟ کَون سی دَولت اُس کے پاس رکھّی ہے۔ کہ یہ چوکیداری کرے گا ؟
بُوڑھا بہت حیران ہُوا کہ میں تو بکری خرید کر لایا ہُوں۔ اَور یہ لوگ کُتّا بتا رہے ہَیں +
بکری وہیں چھوڑ مالک کے پاس پہنچا اَور کہا۔ کہ تُم نے دام تو بکری کے مُجھ سے لئے۔ اَور دے دِیا کُتّا
مالک بھی حیران رہ گیا اور کہنے لگا :-
بڑے مِیاں ! کیا تُمھاری عقل ماری گئی ہے۔ کُتّے اَور بکری کی بھی تمھیں

پہچان نہیں ؟

بُوڑھے نے کہا۔ سب محلّے والے بھی کہہ رہے ہیں۔ کہ بکری نہیں۔ کُتّا ہے ÷

مالِک نے کہا کہ اگر وہ کہیں کہ کوّا تمہارے کان لئے جاتا ہے۔ تو کیا اپنے کان کو دیکھے بغیر کوّے کے پیچھے دَوڑے جاؤ گے ؟

اِنسان کو کچھ اپنی عقل سے بھی کام لینا چاہئے ÷

بُوڑھا جب واپس آیا۔ تو نہ کُتّا تھا نہ بکری۔ یار لوگ بکری لے کر چمپت ہو گئے ÷

۱۰۔ ایک کبُوتر اور کبُوتری

ایک کبُوتر اور ایک کبُوتری نے بڑے شوق سے ایک خُوبصُورت سا گھونسلا ایک پیڑ پر بنایا ٭

کبُوتر نے جاڑوں کے موسم میں اِتنا غلّہ جمع کر لیا ۔ کہ برسات میں کام آئے ٭

گرمی کا موسم آیا ۔ تو غلّہ خُشک ہو گیا ۔ کبُوتری سے کہا ۔ کہ غلّہ کیوں کم ہو گیا ۔ مَیں نے جِتنا غلّہ اکٹھّا کیا تھا اُتنا تو نظر نہیں آتا ۔ تُو نے یا تو خُود کھا ڈالا ۔ یا کسی کو دے دیا ہے ٭

کبوتری نے کہا - کہ میں تو حفاظت کرتے کرتے مر گئی - اور تم نے میری محنت کی یہ قدر کی ٭

کبوتر کو غصّہ آیا - اور کبوتری کو جان سے مار ڈالا ٭

گرمی گزر کر برسات کا موسم آیا تو غلّہ خود بخود پھیل گیا - اور پھول کر بہت سا نظر آنے لگا ٭

پھر تو کبوتر کو بڑا افسوس ہُوا - اپنے کئے پر بہت پشیمان تھا - مگر اب کیا ہو سکتا تھا ٭

"اب پچھتائے ہوت کیا جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت" کبوتری کو یاد کرتا تھا اور روتا تھا - اِنسان کو چاہئے کہ پہلے ہی سوچ سمجھ کر کام کرے - جلد بازی میں ہمیشہ نقصان ہوتا ہے ٭

۱۱- ایک کُلنگ اَور دھوبی

ایک دریا کے کِنارے ایک دھوبی کپڑے دھویا کرتا اَور پاس ہی ایک کُلنگ بَیٹھ کر چھوٹے چھوٹے سے کیڑے چُنتا اَور اپنا پیٹ بھرتا +

دھوبی نے کہا۔ کِہ اَے کُلنگ! میں تجھے ہر روز دیکھتا ہُوں۔ تُو آسمان پر اُڑتا رہتا ہے۔ سارا دِن وہاں گزارتا ہے۔ اَور کھانے کو یہاں آکر گندی چیزیں کھاتا ہے +

کیا تجھے اُوپر شِکار نہیں مِلتا۔ جو تُو اِن کیڑے مکوڑوں کو چُنتا ہے۔ تُو اپنی شان تو دیکھ۔ اَور اِن چھوٹے کیڑوں کو دیکھ +

کُلنگ نے کہا - میاں دھوبی! مَیں تم سے کیا کہُوں - وہاں تو بڑے بڑے جانور ہی شِکار کر سکتے ہیں۔ اُن کے آگے مَیں غریب کیا چیز ہوں - میں اِس لئے اُڑتا رہتا ہوں - کہ اُن کا شِکار نہ ہو جاؤُں *

مَیں اگر کِسی چھوٹی سی چیز کی طرف بھی رُخ کرُوں - تو وہ پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ جاتے ہیں - مَیں کمزور ہوں - مجھے جان بچانی مُشکِل ہو جاتی ہے *

آخر مَیں اپنا پیٹ تو کِسی طرح بھروں اِس لئے یہاں آ جاتا ہُوں - یہاں بے کھٹکے کیڑے مکوڑے جو مِل جاتے ہیں کھا کر پیٹ تو بھر لیتا ہُوں اور خُدا کا شُکر بجا لاتا ہُوں *

سچ ہے کہ غریب خواہ کیسا ہی قابِل ہو - آسانی سے آگے نہیں بڑھ سکتا *

۱۲- ایک چڑیا اور چڑے کی کہانی

ایک مکان کی چھت میں دو چڑیوں نے ایک گھونسلہ بنا لیا تھا۔ چڑا تو باہر چرنے چگنے کو گیا۔ چڑیا انڈوں پر بیٹھی تھی کہ ایک سانپ نے آکر سب انڈے توڑ ڈالے۔ اور بیچاری چڑیا کو گھر سے بے گھر کر دیا۔

جب چڑا گھر واپس آیا تو دیکھا۔ کہ انڈے سب ٹوٹے پڑے ہیں۔ کوئی نیچے گرا ہے۔ کوئی گھونسلے میں پڑا ہے۔ گھونسلے کا تنکا تنکا الگ ہے

چڑیا غریب کا کہیں پتا نہیں - چڑیا کو اِدھر اُدھر ڈھونڈا - دیکھا تو ایک درخت پر سہمی ہوئی بیٹھی ہے - اُس سے پوچھا - کہ یہ کیا بات ہے؟ میرا گھر بار کس نے برباد کیا؟ چڑیا نے سب حال کہہ سنایا - اِتنے میں شام ہوگئی - چراغ جل گئے +

چڑے نے چراغ کی بتّی مُنہ میں لے کر اپنے گھونسلے میں رکھ دی - مکان کا کیا تھا - جل اُٹھا +

گھر والے بھی آگ بجھانے کے لئے نکل آئے - اِتنے میں سانپ بھی رینگتا جاتا نظر آیا - سب نے مِل کر پہلے تو اُس کی خبر لی - اور پھر آگ بجھائی +

دُشمن خواہ کمزور بھی ہو - اُس کو کمزور نہ سمجھو +

۱۳- ایک باز اَور چکور

باز بڑا بے رحم اَور ظالِم جانور ہوتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی چڑیوں اَور ننھّے ننھّے پرِندوں کو بہت بے دردی سے کھا جاتا ہے ٭

کہِیں ایک چکور شامت کا مارا یہ نہ سمجھا کہ باز ہمارا دُشمن ہے۔ سامنے آکر اُس سے کہنے لگا۔ کہ مَیں اپنا دیس چھوڑ پردیس میں آیا ہوں آپ ہمارے بادشاہ ہَیں۔ مجُھے کوئی ٹھِکانا رہنے کو دیجِئے۔ مَیں آپ کا شُکرِیّہ ادا کرُوں گا ٭

باز نے دل میں خیال کِیا کہ چکور

ہاتھ تو آیا ہے۔ مگر ابھی بہت کمزور ہے۔ چند دن اِس کو اپنے قریب ہی کہیں ٹھیرا لوُں۔ ہِل مِل جائے گا۔ تو میرا ڈر اُس کے دِل سے نِکل جائے گا۔ اَور اِتنے دِنوں میں تیاّر بھی ہو جائے گا۔ اگر کِسی دِن کوئی شِکار نہ مِلا۔ تو یہی کام آجائے گا۔

باز نے چکور سے کہا کِہ تُو نے یہ بہت اچھّا کِیا۔ کِہ آتے ہی مُجھ سے پناہ مانگی۔ ورنہ میرے عِلاقے میں کِسی غیر مُلک کے جانور کو یہ مارنے کی جُرأت نہیں ہو سکتی۔

مَیں تُجھ کو پاس ہی ایک پیڑ پر بنا بنایا گھونسلہ دیتا ہوں۔ تو اُس میں آرام کر۔ اور جب

چیز کی ضرورت ہو۔ مجھ سے کہہ دِیا کر ؛

چکور نے شکریّہ ادا کِیا۔ اور جو گھونسلہ باز نے اُسے دِیا۔ اس میں رہنے لگا ؛

دو چار روز اِسی طرح گزر گئے۔ چکور اپنا دانہ دُنکا چگ کر آجاتا اور اپنے گھونسلے میں آرام کرتا ؛

ایک رات باز کو شِکار نہ مِلا۔ تو چکور کے پاس آیا اور کہا۔ کِہ میں تو دُھوپ میں کھڑا ہوں۔ اور تُو سایہ میں آرام سے لیٹا ہے۔ کیا ہمارے اِحسان کا یِہی بدلہ ہے؟

چکور نے کہا۔ کِہ ناچیز بے شک آپ کے سائے میں بسر کرتا ہے۔

اَور ہر وقت آپ کی مہربانیوں کا شُکریّہ ادا کرتا رہتا ہے۔ مگر آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ یہ تو رات کا وقت ہے۔ اس وقت دھُوپ کیسی اور چھاؤں کیسی؟

باز نے کہا۔ او مُردار۔ تُو ہمیں جھُٹلاتا ہے۔ گویا مَیں جھُوٹا ہو گیا۔ اَور تُو سچّا۔

تُجھُ کو اِس جھُوٹ کی سزا ضرُور دی جانی چاہیئے۔ یہ کہہ کر باز ایک ہی جھپٹّے میں چکور کو چٹ کر گیا۔

جان بُوجھ کر اپنے تئیں دُشمن کے حوالے کر دینے کا انجام یہی ہوتا ہے۔

۱۴۔ ایک مالی کا رِیچھ

کِسی باغ کے مالی نے ایک رِیچھ پال لِیا تھا۔ اور ہر وقت اُسے اپنے ساتھ لِئے پھرتا تھا۔ باغ میں جاتا۔ یا گھر آتا۔ رِیچھ برابر اس کے ساتھ رہتا۔ کھانا کھاتا۔ تو ریچھ بھی اُس کے برابر بَیٹھ کر کھاتا۔ مالی جب سو جاتا۔ تو رِیچھ پاس بَیٹھا مِکھّیاں اُڑایا کرتا۔ غرض رِیچھ کی اَور مالی کی بہت دوستی ہوگئی نہ مالی کو رِیچھ کے بغیر چَین آتا تھا۔ نہ رِیچھ کو مالی کے بغیر کل پڑتی تھی ؞

ایک دِن مالی اپنا کام کرتے کرتے

تھک کر ہری ہری گھاس پر لیٹ گیا
لیٹا ہی تھا کہ آنکھ لگ گئی۔ ریچھ بھی
پاس ہی بیٹھا تھا ٭
مکھیاں اُڑ اُڑ کر آتی تھیں۔ اور
مالی کے مُنہ پر بیٹھ جاتی تھیں۔
ریچھ ہر چند اُن کو اُڑاتا۔ مگر وُہ
پھر آ بیٹھتیں ٭
اِس پر ریچھ بہت غُصہ میں آیا
آخر ایک پتھر اُٹھا کر لے آیا۔ اور
مکھیوں کو مارنے کے لئے مالی کے مُنہ
پر دے مارا۔ مالی نے جب آنکھ کھولی
تو دیکھا۔ کہ اُس کے نادان دوست
کی حرکت سے اُس کی ناک اور دونوں
آنکھیں جاتی رہیں۔ اِسی لئے یہ مثل
مشہور ہے :۔

"نادان کی دوستی جان کا وبال"

۱۵- ایک بھیڑیا اَور خرگوش

ایک بھُوکے بھیڑیے نے اور کچھُ نہ پایا۔ تو ایک جھاڑی کے نیچے ایک خرگوش کو سوتے میں دبوچ لینا چاہا +

خرگوش کی جب آنکھ کھُلی اَور چوکنّا ہوُا تو بھیڑیے کے دانت اپنے اُوپر کھُلے ہوئے دیکھے +

خرگوش بھیڑیے سے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ کہ مجھُ غریب کو کوئی عُذر تو نہیں لیکن اپنی بِساط مجھُے معلُوم ہے۔ بس دو ایک لُقمے کا ہُوں۔ حُضور کا پیٹ مجھُ سے تھوڑی بھر سکتا ہے۔ اگر آپ میری جان چھوڑ دیں۔ تو مَیں یہیں

ایک بڑی موٹی تازی لومڑی کا شکار کرائے دیتا ہوں۔ ورنہ یہ خاکسار تو حاضر ہے +

بھیڑیے کو یہ بات پسند آئی۔ کہنے لگا۔ کہ اچھا جلدی چل اور بتا۔ وہ لومڑی کہاں ہے؟

خرگوش بھیڑیے کو ہمراہ لے کر ایک غار کے دروازے پر آیا اور بھیڑیے سے کہا کہ آپ یہیں ٹھیریں۔ میں لومڑی کو لے کر آتا ہوں +

بھیڑیا باہر ٹھیرا رہا۔ اور خرگوش غار کے اندر چلا گیا +

خرگوش نے لومڑی سے کہا کہ آپ کے ایک پرانے رشتہ دار آپ کا پتہ پوچھتے پوچھتے یہاں تک آئے ہیں۔ مجھے راستے میں مل گئے تھے۔ میں ان کو یہاں لے آیا ہوں۔ باہر کھڑے تمہارا

اِنتظار کر رہے ہیں ؂

لومڑی نے کہا۔ یہ میری بڑی خُوش قِسمتی ہے کِہ کوئی صاحِب مجھُ سے مِلنے کے لِئے اِس قدر تکلِیف گوارا کریں۔ لیکِن مَیں یہ چاہتی ہوں کِہ اپنے مکان کو دُرُست کر لُوں۔ اَور اُن کے بیٹھنے کے لِئے یہ جگہ ٹھیک ٹھاک کر دُوں۔ تمُ اُن سے جا کر یہ کہہ دو۔ کِہ مَیں اُنھیں ابھی بُلاتی ہوں ؂

خرگوش خُوشی میں اُچھلتا کُودتا باہر آیا۔ اور بھیڑیے سے سب حال کہا۔ بھیڑیا بھی خُوش ہُوا۔ اور نہایت اِطمینان سے کھڑا رہا ؂

لومڑی نے ایک بڑا گہرا گڑھا پہلے ہی کھود رکھّا تھا۔ جلدی سے جھٹ پٹ کچھُ گھاس پھُوس اُس پر ڈال کر خرگوش کو آواز دی۔ کِہ بھیّا آو اور

میرے مُعزّز مِہمان کو بھی اپنے ہمراہ دُوسرے دروازے سے لاؤ۔ مَیں خوُد حاضِر ہوتی۔ لیکن دو دِن سے بیمار پڑی ہُوں ✣

خرگوش اور بھیڑیا غار کے دُوسرے دروازے پر پُہنچے۔ لومڑی نے اندر بُلا لیا۔ گھاس پر قدم رکھنا ہی تھا۔ کہ خرگوش اور بھیڑیا دونوں گڑھے میں جا گرے ✣

بھیڑے نے سمجھا۔ کہ یہ سب خرگوش کی شرارت ہے۔ غُصّہ میں آکر خرگوش کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے ✣

جو دُوسروں کے حق میں بُرائی کرتا ہے۔ وُہ خوُد اُس کے آگے آتی ہے ✣

١٦- لومڑی اور کوّا

گرمیوں کے دِن تھے۔ ایک دِن تو ایسی گرمی پڑی۔ کہ چیل انڈے چھوڑنے پر مجبور ہوئی۔ مگر ایک لومڑی دن بھر اپنے بھٹ میں پڑی سویا کی۔ جب شام ہونے کو آئی۔ تو نیند سے چونکی۔ انگڑائی لے کر اُٹھی۔ اور سوچنے لگی۔ کہ اب پیٹ کی فکر کرنی چاہئے۔ چلو باہر چل کر دیکھیں تو سہی ؛

باہر نکل کر کیا دیکھتی ہے کہ ایک کوّا اپنی چونچ میں گوشت کی ایک بوٹی دبائے اُڑتا ہُوا آرہا ہے۔ آتے آتے وہ ایک درخت کی شاخ پر اِطمینان

سے بیٹھ گیا۔ ابھی کھانے بھی نہ پایا تھا
کہ لومڑی درخت کے نیچے پہنچ گئی۔
کوّے کی چونچ میں گوشت کی بوٹی دیکھ
کر اُس کے مُنہ میں لالچ کے مارے
پانی بھر آیا۔ سوچنے لگی کہ کسی حیلے
سے یہ بوٹی مِل جاتی۔ تو کیا اچھّا
ہوتا۔ بلا سے ایک ہی بوٹی سہی۔ اِسی
پر گزارہ کر لیتی +
یہ سوچ کر درخت کے نیچے بیٹھ
گئی اَور لگی سوچنے کہ کوّے کے مُنہ
سے یہ بوٹی کیونکر چھینوں؟ بس چلتا۔
تو کوّے کو بھی چٹ کر جاتی۔ مگر وُہ
بھلا کیوں ہاتھ آنے لگا۔ سوچتے سوچتے
اُسے یاد آیا کہ میری ماں بڑی ہوشیار
تھی۔ آخر میں بھی اُسی کی بیٹی ہوں۔
اُس نے ایک دفعہ مجھ سے ذِکر کیا
تھا۔ کہ یہ پرندے بڑے بے وقوف

ہوتے ہیں۔ اِنہیں باتوں میں لگا کر
اپنا کام نِکال لینا کیا مشکل ہے۔

ایک روز ایک موٹی تازی مُرغی دو
ہی ایک باتوں ہیں میری ماں کے ہتھّے
چڑھ گئی۔ ماں نے بس اِتنی سی بات
کہی تھی۔ کہ بی مُرغی تم کیسی خوبصورت
ہو۔ بے اِختیار پیار کرنے کو جی چاہتا
ہے۔ اِس بات سے وُہ مُرغی ایسی
پھول گئی۔ کہ میری ماں اُس کے پاس
پُہنچ گئی۔ مگر مُرغی ذرا نہ جِھجکی۔ چپ
چاپ کھڑی رہی۔ اور میری ماں اُسے
پکڑ کر ہڑپ کر گئی۔ مُرغی تو بیوقُوف
ہوتی ہے۔ مگر سُنتی ہوں۔ کوّا بڑا سیانا
ہوشیار ہوتا ہے۔ خیر دیکھُوں تو سہی
اِس پر کوئی جادُو چلتا ہے یا نہیں۔ اپنی
سی کر گزُرنا چاہئے۔

یہ سوچ کر لومڑی نے آنکھ اُٹھا کر

اُوپر دیکھا - اور کہنے لگی - واہ واہ واہ
کِتنا خُوبصُورت پرِندہ ہے - دیکھو تو
اس کے پر کیسے مخمل سے چمک رہے
ہیں - اِتنی خوبصورت دم - ایسے خُوبصُورت
بازُو تو اور کِسی پرِندے کے دیکھے
نہیں - واہ کیا خدُا کی قدرت ہے -
معلُوم ہوتا ہے - جیسے اللہ میاں نے
اِسے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے ٭

بھلا کالے کلُوٹے کوّے نے اپنی ایسی
تعرِیفیں کا ہے کو کِسی کی زبان سے
سُنی ہوں گی - دل ہی دل میں خوُش
تو بہت ہُوا - مگر مُنہ میں بوٹی دبائے
چُپکا بَیٹھا رہا - لومڑی چاہتی تھی کہ
یہ احمق مُنہ سے کچھ بولے تو میرا
مطلب نِکلے - پھر کہنے لگی - اجی معاف
کیجئے - میں نے تمہاری آواز کی بڑی
تعرِیفیں سُنی ہیں - مجھے معلُوم ہُوا ہے -

کہ تم ایسا اچھا گاتے ہو کہ بلبل بھی سُنے تو شرما جائے۔ بھلا اپنی سُریلی آواز سے کوئی راگ مجھے بھی تو سُناؤ۔ دیکھو تو شام کا وقت کتنا سُہانا ہے۔ اِس وقت تو کوئی چیز ضرور سناؤ ٭

کوّا لومڑی کی چِکنی چُپڑی باتوں میں آکر ایسا بھُولا کہ پھُولا نہ سمایا۔ کچھ ایسے مزے میں آیا۔ کہ چونچ کھول کر لگا قاؤں قاؤں کرنے۔ چونچ کا کھُلنا تھا کہ بوٹی مُنہ سے چھُوٹ پڑی ٭

لومڑی اِسی بات کی مُنتظر تھی۔ بوٹی اُٹھا کر مُنہ میں رکھ لی۔ میاں کوّے قاؤں قاؤں کرتے رہ گئے ٭

یاد رکھّو۔ خوشامدیوں کی باتوں میں جو آیا اُس نے نقصان اُٹھایا ٭

۱۷۔ کوّا چلا ہنس کی چال

کسی گاؤں میں ایک رئیس تھا جس
کا مکان بڑا عالی شان تھا۔ اُس کے ہاں
ایک راج ہنس پلا ہؤا تھا۔ جس سے وُہ
بہت مُحبّت کرتا تھا۔ راج ہنس گھر بھر میں
پھرا کرتا۔ لوگ اُسے دیکھ دیکھ کر خُوش ہوتے
کبھی مکان کی چھتوں پر اِٹھلاتا پھرتا۔ اپنے
پروں کو پھیلا کر خُود اپنی بہار دیکھتا۔ اور
محلّے والے بھی دیکھ دیکھ کر خُوش ہوتے اور
اُس کے حُسن کی تعریفیں کرتے۔ دھُوپ میں
اُس کے پر چمکتے۔ تو خُدا کی قُدرت نظر آتی۔
پانی میں تیرتا تو بہت پیارا معلُوم ہوتا ہ
گاؤں کے لوگ رئیس کے تالاب کے
سامنے آ کھڑے ہوتے۔ اور گھنٹوں تک

کھڑے ہنس کی موہنی صورت دیکھا کرتے
کوئی کہتا جانور کاہے کو ہے۔ پری ہے
کوئی کہتا۔ اِسے سب پرندوں کا راجہ کہو
تو کچھ بے جا نہیں ہے:۔
ایک کوّا ہنس کی خوبصورتی اور اُس کے
ساتھ لوگوں کا پیار دیکھ دیکھ کر دِل ہی
دِل میں جلنے لگا۔ کہ یہ لوگ اِس کی اتنی
تعریفیں کیوں کرتے ہیں۔ میں کیا اِس
سے کم ہوں۔ پھر دِل میں یہ سوچا کہ ہاں
اِس کے پروں پر لوگ لٹّو معلوم ہوتے
ہیں۔ اور اس کے پر ہیں بھی خوبصورت
تو کیا میں خود پر نہیں لگا سکتا۔ اب اُسے
فکر ہوئی کہ اپنے لئے بھی کوئی ایسے پر
تلاش کرے۔ ایک دن دیکھا کہ رئیس کے
کمرے کے اندر ہنس کے کچھ پر پڑے
ہیں۔ کوّے نے اُٹھا لئے اور اُن کو اِکٹھا
کر کے اپنے اُوپر باندھ لیا۔ دِل ہی دل میں

خُوش ہونے لگا کہ لو اب مَیں بھی ہنس نہیں
راج ہنس بن گیا۔ کس بات میں کم ہُوں
بڑے ناز سے ہنس کے سامنے جاکر کہنے
لگا۔ بھائیؑ صاحب! بندگی عرض ہے۔کہو کیسا
مزاج ہے؟ بھائیؑ کا لفظ سُن کر ہنس کو
بہت غُصہ آیا۔کہا ابے تُو بھی اِس قابِل ہُوا
کہ مجھ سے برابری کا دعوے کرے۔ٹھونگیں
مار مار کر کوّے کو ادھ مُوا کر دِیا ÷
دُوسرے کوّوں نے جو یہ ماجرا دیکھا تو
اُس کی شیخی اور حماقت پر لگے قاؤں قاؤں
کرنے اور ٹھونگیں مارنے۔ بیچارہ بے وقُوف
کوّا بڑی مُشکل سے جان بچا کر کسی جنگل
کی طرف بھاگ گیا۔ اور جب تک جیتا رہا
کسی کو مُنہ نہ دکھایا۔ سچ ہے کہ کوّا چلا
ہنس کی چال سو وہ اپنی بھی بھُولا۔ جو
جھُوٹ مُوٹ کسی کی رِیس کرتا ہے اسی
طرح ذلیل ہوتا ہے ÷

۱۰۔ لومڑی اور بلّی

لُومڑی تو زمانے بھر میں اوّل نمبر کی مکّار اور چالاک مشہور ہے۔ ایک دِن کِسی جنگل میں ایک بلّی سے لُومڑی کی ملاقات ہُوئی۔ بلّی لُومڑی کی ہوشیاری کی حِکایتیں تو مدّت سے سُنتی آئی تھی۔ اُس دِن جی میں یہ آئی۔ کہ لاؤ آج اِس سے کُچھ باتیں کرکے دیکھیں کہ یہ کِتنی ہوشیار ہے۔ باتوں ہی باتوں میں معلُوم ہو جائیگا۔ یہ سوچ کر بلّی نے بڑے ادب سے لُومڑی کو سلام کِیا۔ مزاج پُوچھا۔ کہو کیا خیر خبر ہے۔ کیسی گزُرتی ہے؟

لُومڑی نے بلّی کے سلام تک کا جواب نہ دِیا۔ اور بات کا کیا جواب دیتی۔ نہایت نفرت اور غرُور سے بلّی کی طرف گھُور کر دیکھا مطلب

یہ تھا کہ جنگل کے بادشاہ شیر کی صُحبت میں رہنے والی ایک ذرا سی حقیر بلّی سے کیا بات کرے۔ مگر کچھُ سوچ کر بولی تو یہ بولی:۔

واہ ری فاقہ زدہ! مجھُ سے پُوچھتی ہے۔ کہ کیسی گزُرتی ہے۔ میرا کیا پُوچھنا ہے۔ شیر شِکار مارتا ہے۔ مَیں چَین سے کھاتی ہُوں۔ اینڈتی ہُوں۔ تُو اپنی تو کہہ۔ کہ دِن رات ذرا ذرا سے چوہوں کی فِکر میں اِدھر اُدھر ماری ماری پھِرتی ہے اور پھر بھی کچھُ مُیسّر نہیں آتا۔ تو لوگوں کی ہنڈیا ڈوئی چاٹتی پھِرتی ہے۔ اور کوئی پکڑ پائے۔ تو ٹانگ توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ لنگڑاتی دُم دباتی ہوئی بھاگتی ہے۔ تجھُے کھانے کو مُیسّر آئے تو کیونکر؟ نہ خُدا نے تجھُے عقل دی نہ ہُنر۔ تُو ہی بتا تجھُے کِتنے داؤ گھات معلُوم ہیں؟

لُومڑی کی یہ شیخیاں سُن کر بلّی سٹ پٹا گئی۔ دبی زبان سے بولی۔ بُوا لُومڑی! سچ

کھتی ہو۔ مجھے کوئی ہنر تو آتا نہیں ۔ لے
دے کے بس ایک ہنر میرے پاس ہے
اور اُسی کو مَیں غنیمت جانتی ہوں۔ لُومڑی
نے پُوچھا وُہ کونسا ہُنر ہے ؟ بلی نے کہا
کِہ جب کُتّے میری طرف دَوڑتے ہیں ۔ تو
چھلانگ مار کر جھٹ درخت پر چڑھ جاتی
ہُوں اور جان بچا لیتی ہُوں ؞

لُومڑی نے کہا۔ بس یہی ایک ہنر تجھے
معلُوم ہے۔ مَیں تو ایک کیا سینکڑوں داؤ
گھات کی اُستاد ہُوں ۔ ہر شخص میری
ہوشیاری کا لوہا مانے ہوئے ہے ؞

یہ کہتا تھا کِہ دُور سے ایک شِکاری
گھوڑے پر سوار آتا ہُوا دِکھائی دِیا اور
دو شِکاری کُتّے بھی اس کے ساتھ ساتھ
دَوڑتے آرہے تھے۔ بلّی نے یہ دیکھا۔ تو
جھٹ چھلانگ مار کر درخت پر جا پہنچی
اور پتوں کی آڑ میں چھپ گئی

لُومڑی بیچاری ہکّا بکّا ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی ۔ بھاگنے کا موقع بھی نہ تھا ۔ سوچنے لگی کہ اب کیا کروں ۔ مگر اب سوچنے کا وقت نہ تھا ۔ جان پر بن گئی ۔

بلّی نے درخت پر سے آواز دی کہ ہاں بی لُومڑی! یہی تو وقت ہے ۔ اب سَو داؤ گھاتوں میں سے ایک ہی گھات دِکھاؤ ۔ مگر بیچاری لُومڑی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے ۔ ساری عقل گُم ہو گئی ۔ آن کی آن میں کتّوں نے اُس کی گردن مروڑ کر رکھ دی ۔

بِلّی نے آواز دی ۔ واہ بی لُومڑی! سَو گھاتوں میں سے ایک بھی تُمھارے کام نہ آئی ۔ مجھ غریب کا ایک ہی کرتب تمھیں معلوم ہوتا تو یُوں جان نہ جاتی ۔

سچ کہا ہے ۔ کہ بڑے بول کا سر نیچا کسی کو اپنے اُوپر کبھی گھمنڈ نہ کرنا چاہیئے ۔

۱۹-ایک کوّا اور سانپ

ایک درخت پر ایک کوّے اور اُس
کی کوّی نے گھونسلا بنایا۔ تھوڑے دِنوں
کے بعد ایک کالا سانپ بھی اسی درخت
کے کھوکھلے تنے میں آکر رہنے لگا۔
اب سانپ کے ڈر کے مارے کوّے اور
کوّی کو جانوں کے لالے پڑ گئے۔ کئی دفعہ
ایسا ہُوا کہ کوّی نے بچّے نِکالے۔ اور
ہر دفعہ سانپ اُس کے بچّوں کو کھا
گیا۔

ایک دفعہ کوّی نے انڈے دِئے۔ تو
کوّے سے کہا کہ میاں کوّے! بہتر تو یہ
ہے۔ کہ اب اس درخت کو چھوڑ کر

کہیں اور چلے جائیں۔ کیونکہ جب تک
کم بخت سانپ یہاں رہے گا۔ ہمارے
بچّوں کو زندہ نہ رہنے دے گا۔ جس مقام
پر ہر وقت جان کا خطرہ ہو۔ وہاں رہنا
گویا خود اپنی جان سے ہاتھ دھونا ہے۔
چلو اور کہیں چل رہیں *

کوّے نے کہا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس
سانپ نے ہمیں سخت تکلیفیں پہنچائی ہیں
اس کے ظلم سے ہم لوگ عاجز آگئے۔
مگر اب زیادہ نہ گھبراؤ۔ خدا نے چاہا۔ تو
میں کسی تدبیر سے اسے مار بھگاؤں گا۔
کوّی نے کہا۔ بھلا تم اتنے بڑے سانپ
کو کیونکر مارو گے؟ کوّے نے کہا۔ تم
اطمینان رکھو۔ عقل بڑی چیز ہے۔ عقل
سے بڑی بڑی مشکلیں آسان ہو جاتی
ہیں۔ جس کے پاس عقل ہے۔ وہی سب
سے زیادہ طاقتور ہے *

تم دیکھتی ہو۔ کہ راجہ کا لڑکا ہر روز
اس ندی پر نہانے آتا ہے۔ آج وہ
نہانے آئے اور اپنے گلے کا مالا اُتار کر
کنارے پر رکھ دے۔ تو تم آنکھ بچا کر
اُٹھا لانا۔ اور درخت کے اسی کھو کھلے
تنے میں جہاں سانپ رہتا ہے گرا دینا۔
پھر دیکھ لینا۔ کیا تماشا ہوتا ہے
اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ راجکمار
نہانے آیا۔ اور اپنے کپڑے۔ گہنے۔ زیور
اُتار کر نہانے لگا۔ کوّی موقع پاتے
ہی مالا اُٹھا لے گئی۔ اور درخت کے
کھو کھلے تنے میں گرا دیا۔ راجکمار نہا
کے نکلا۔ تو مالا کی ڈھونڈیا مچی۔ سب
نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ کہیں نہ پایا۔
آخر بعض لوگوں نے صلاح دی۔ کہ
اس درخت پر تو دیکھو۔ شاید کوئی جانور
اُٹھا لے گیا ہو۔ ایک آدمی درخت پر

چڑھا۔ دیکھتا کیا ہے۔ کہ کھوکھلے تنے میں
ایک سانپ کُنڈلی مارے بیٹھا ہے اور
مالا اُس کے سامنے پڑا ہے۔ اس نے
وہیں سے شور مچایا۔ کہ مالا مل گیا۔
مگر یہاں ایک بڑا سا کالا سانپ بیٹھا
ہے۔ آدمیوں نے لکڑیوں کے ہُوکے دے
دے کر باہر نکالا۔ وُہ گھبرا کر باہر
زمین پر آیا۔ تو سب نے مار لاٹھیوں
کے اُس کا بھُرتا بنا ڈالا۔ اور مالا
درخت کے کھوکھلے تنے میں سے نکال
لائے ٭

دیکھو! کوّے کی کیا بساط ہے۔
ایک ذرا سا جانور ہے۔ مگر اتنے بڑے
زہریلے سانپ کو اپنی عقل کے زور
سے مروا ڈالا۔ اور اِس طرح دشمن
سے نجات پائی ٭

۲۰- ایک بُوڑھا سانپ

ایک سانپ جب بہت بوڑھا ہو گیا
اگلا سا کس بل نہ رہا۔ تو شِکار کرنے سے
بھی مجبوُر ہو گیا۔ مگر پیٹ ماننے والا نہیں
بغیر کھائے پیئے زِندگی کیونکر ہو؟ اپنی
بے بسی پر دن رات کڑھتا اور افسوس
کرتا۔ پھر اُس نے سوچا کہ محض افسوس
کرنے سے کِسی کے دِن نہیں پھر سکتے جو
وقت ہے۔ اُسے غنیمت جاننا چاہیئے۔ کوئی
ایسی تدبیر کرنی چاہیئے۔ جِس سے پیٹ
بھرے۔ جو کچھ زِندگی باقی ہے۔ وہ خُوشی
سے گزر جائے۔ جوانی کا زمانہ غفلت میں
گزر گیا۔ جو ہُوا سو ہُوا۔ اب وہ کرنا چاہیئے
جو آئِندہ کام آئے۔ کِسی کو دُکھ دینا ستانا

اچھا نہیں۔ یہ باتیں سوچ کر ایک چشمے
کے کنارے پہنچا۔ جس میں بہت سے
مینڈک رہتے تھے۔ وہاں پہنچ کر نہایت
غمزدہ صورت بنا کے خاک پر گر پڑا۔ ایک
مینڈک نے پوچھا۔ کیوں راجہ بنسی!
تمہارا یہ کیا حال ہے۔ اتنے ڈھال کیوں
ہو۔ سانپ نے کہا۔ کیا پوچھتے ہو۔ جوانی
کا ماتم ہے اور میں ہوں۔ غضب تو یہ
ہے کہ یہ بڑھاپا بھی چند دن کا مہمان
ہے۔ کمزوری کے مارے ہلا نہیں جاتا وہی
مینڈک جو ایک سانس میں کھچ کر خود میرے
منہ تک آ جاتے تھے۔ اب اُن کا کھانا
مجھ پر حرام ہو گیا ہے۔ اگر اُن کے کھانے
کا ارادہ بھی کروں تو کھا نہیں سکتا۔ مینڈک
نے یہ عجیب واقعہ دیکھ کر اپنے بادشاہ کو
خبر دی۔ اُس کا بادشاہ یہ ماجرا سن کر
سانپ کے پاس آیا اور پوچھا۔ تیرا کیا

حال ہے؟ سانپ نے جواب دیا کہ میرے
لالچ اور میری دِل آزاری نے مجھے تباہ
کر ڈالا - ایک دِن کا واقعہ یہ ہے - کہ
میں ایک مینڈک پر جھپٹا - وہ بیچارہ ڈر
کے مارے بھاگ کر ایک بزرگ کے
مکان میں گھس گیا - مَیں بھی اُس کے
پیچھے پیچھے چلا گیا - وہاں اُن بُزرگ کا
لڑکا سوتا تھا - مجھے اندھیرے میں کچھ نہ
سُوجھا - مینڈک کے دھوکے میں لڑکے کے
انگوُٹھے میں کاٹ لیا - کاٹتے ہی لڑکا مرگیا
اُس بُزُرگ نے مجھے مار ڈالنا چاہا - جب
مَیں اُس کے ہاتھ نہ لگا - تو مجھے یہ بد دُعا
دی - کہ خُدا تجھے ہمیشہ ذلیل و خوار
رکھے - اور تُو ہمیشہ مینڈکوں کی سواری
میں رَوندا جائے - خُدا کرے - کہ تُو کسی
مینڈک کو زبردستی کھانے کے قابل نہ رہے
مینڈکوں کا بادشاہ اپنے صدقے میں جو کچھ

تجھے دے وُہی نصیب ہو۔ بُزرگ کی یہ دُعا قبُول ہوئی۔ اب میں خُدا کے حُکم پر راضی ہُوں اور آپ کے پاس آیا ہوں۔ کہ آپ خُوشی سے مجھُ پر سوار ہُوا کریں ✣

مینڈکوں کا بادشاہ سانپ کی اِن چکنی چُپڑی باتوں میں آکر خوُش ہوگیا۔ اور اُس سے سواری لینے لگا۔ اور اپنے برابر والے ہم جنسوں میں فخر کرنے لگا۔ کہ دیکھو۔ سانپ میری سواری میں رہتا ہے ✣

سانپ کو تھوڑے دِن جب مینڈک کی سواری میں گزُر گئے۔ تو ایک دِن عرض کی۔ کہِ بادشاہ سلامت آپ خوُد خیال فرما سکتے ہیں۔ کہ بغیر کھائے پیئے تو کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ حضوُر کی سواری کی خدمت ایسی نہیں ہے۔ کہ فاقوں میں بجا لائی جا سکے۔ بادشاہ نے کہا۔ بیشک

تُو سچ کہتا ہے۔ بھُوکا رہ کر تُو کب تک
سواری دے سکے گا۔ اچھّا مَیں تیرے لِئے
روزانہ دو مینڈکوں کا راتب مُقرّر کرتا
ہُوں۔ غرض سانپ کو روزانہ دو مینڈک
مِلنے لگے۔ چند دنوں بعد دو دو کرکے
ہزاروں مینڈک سانپ نے ہضم کر لیے۔
اور مینڈکوں کی قوم میں واویلا مچ گئی۔
تو بادشاہ سلامت کو ہوش آیا۔ کہ اِس
مکّار سانپ نے عاجزی و مجبُوری کی حالت
میں بھی ہماری قوم کے اِتنے مینڈکوں کا اِس
بہانے سے صفایا کر ڈالا ہے +

نتیجہ یہ ہے۔ کہ دُشمن کیسا ہی مجبُور۔ کِتنا
ہی کمزور ہو جائے۔ پھر بھی وہ اپنی
دُشمنی سے باز نہیں آسکتا۔ کِسی حیلے۔
کِسی تدبیر سے وُہ نُقصان پہنچاتا ہی
رہے گا +

۲۱- اپنی جان سب کو پیاری ہے

ایک بُڑھیا کی اِکلوتی لڑکی تھی چندا۔
بھلا اُس کی مُحبّت کا کیا پُوچھنا۔ ایک دفعہ
وُہ لڑکی بیمار پڑی اور اَیسی پڑی کہ
زِندگی کی کوئی اُمّید نہ رہی۔ بڑھیا گڑگڑا
گڑگڑا کر دُعائیں مانگتی تھی۔ کہ اَے
خُدا! اِس کے رونگٹے رونگٹے کو اپنی
امان میں رکھیو۔ اِس کی آئی ہوئی مجھے
آجائے۔ مگر یہ میری بچّی پلنگ کو لات
مار کر اُٹھ کھڑی ہو۔ بیٹی کی تیمار داری
میں بیچاری بُڑھیا رات بھر جاگتی رہتی

پلک سے پلک نہ جھپکاتی - اتفاق سے ایک رات کو بڑھیا کی آنکھ لگ گئی۔ اِتنے میں ایک کالی کلوٹی بھینس اُس کے گھر میں گھس آئی - اور دیگ میں مُنہ ڈال دیا۔ خدا کا کرنا یہ کہ بھینس کے سینگ دیگ میں اٹک گئے۔ بھینس ہزار ہزار سر مارتی ہے - مگر سینگ ایسے اٹکے - کہ نکلنے کا نام نہیں لیتے - اِسی کھٹر کھڑاہٹ سے بُڑھیا کی آنکھ کھُل گئی - غضب یہ ہُوا - کہ اُس وقت چراغ بھی بجھا ہوا تھا - سارے گھر میں گھُپ اندھیرا تھا - کالی کلوٹی بھینس پر نظر پڑی - تو بڑھیا کی آدھی جان نکل گئی - سمجھی کہ ہو نہ ہو یہی موت کا فرشتہ ہے - میں نے جو دعا مانگی تھی کہ خدا کی موت مجھے آجائے وہ دعا قبول ہوگئی اور یہ فرشتہ میری ہی روح

قبض کرنے آیا ہے۔ بوکھلاہٹ کے مارے بجھینس سے گڑگڑا کر کہنے لگی۔ کہ اے موت کے فرشتے! شاید میری بیمار لڑکی چنداکی روح قبض کرنے آیا ہے۔ دیکھ وُہ اِس کوٹھری میں پڑی سو رہی ہے۔ میں تو ایک غریب بیوہ ہُوں کہیں دھوکے میں میری جان نہ لے لینا۔

غرض یہ کہ بُوڑھا ہو یا بچّہ۔ اپنی جان سب کو پیاری ہوتی ہے۔

حصّہ اوّل ختم ہُوا

لالہ موتی رام مینیجر نے رائے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز پبلشرز لاہور کے لئے مفید عام پریس واقع چیٹرجی روڈ لاہور میں چھاپا اور شائع کیا